حصّہ اُردو

Scanned with CamScanner

ڈاکٹر شمس الدّین احمد
پروفیسر وصدر شعبۂ فارسی
کشمیر یونیورسٹی سرینگر

سعدی کی عصری حسیّت گلستان کے آئینے میں

گلستان سعدی کسی تاریخ کی کتاب کا نام نہیں۔ یہ ایک سادہ فارسی نثر میں جس میں شعری خصوصیات شامل ہیں، چھوٹی سی کتاب ہے، جس کی مجموعی ادبی خوبیوں، زبان و بیان کی بے نظیر روانی و شگفتگی اور حیرت انگیز و بے سابقہ نثری اعجاز و ایجاز نے اسے عالمی ادب میں ہمیشگی کی عمر بخشی ہے اور خود بقول شیخ اجلؒ یہ ایک ایسی کتاب ہے "کہ بادِ خزان را بر ورق او دست تطاول نباشد، و گردشِ زمان، عیش ربیعش را بہ طیش خریف مبدل نہ کند"

"بہ چہ کار آیدت ز گل طبقی — از گلستان من ببر ورقی
گل ہمین پنج روز و شش باشد — وین گلستان ہمیشہ خوش باشد"

گلستان سے تاریخ اور تاریخی واقعات کی صحت کی توقع نہیں کی جا سکتی بدیہی طور پر ایک پختہ مغز ادیب اور جہاندیدہ و صاحب تجربہ اور دانا و عاقل صاحب قلم کے افکار کا حاصل ہونے کے پیش نظر اسے مصنف کے دور کی ایک ایسی جامع تاریخ بھی سمجھنا ہوگا جو ہمیں تمثیل کے لطیف پیرائے میں اس دور کے اجتماعی اور اخلاقی حالات سے آشنا کرتی ہے۔ ہر روشن طبع ادیب کا ذہن اپنے گرد و پیش کے ماحول اور معاصر دنیا کے واضح اور مبہم خطوط کو غور اور دقت کے ساتھ مطالعہ کر کے جن تجربوں کو سمیٹ لیتا ہے ان میں ایک ایسی آفاقی کلیت پیدا کرتا ہے جن میں فلسفیانہ صداقت بھی ہوتی ہے، شاعرانہ رچاؤ بھی ہوتا ہے اور انسانی وجود کی ازلی و ابدی گہرائیوں کی آئینہ داری بھی۔ سعدی کی گلستان میں غیر معمولی ادبی ارزش کے علاوہ سعدی کے زمانے کے طبقاتی اجتماعی اور اخلاقی آئینہ داری کی خصوصیت کی وجہ سے بھی یہ کتاب اہم

ترین کتابوں میں شمار کی جا سکتی ہے۔

ساتویں صدی ہجری کا ایران بالخصوص پارس جس میں سعدی نے زندگی گزاری معاشرتی لحاظ سے، سیاسی انتشار کے علاوہ مغرور، ظلم کیش اور سخت دل بادشاہ اور امراء کے جور وجفا اور ان کی زبردستیوں کا شکار تھا۔ آزادی رائے اور اظہار خیال پر پابندیاں عاید تھیں۔ حکم بادشاہ کا تھا اور بس! وہ چاہتا تو دشنام طرازی کے عوض انعام ونعمت سے مالا مال کر دیتا اور چاہتا تو ستایش کے بدلے سر قلم کرتا۔ صاحب اقتدار امراء کے جبر و ستم نے ملک کو بداخلاقی کی ظلمتوں میں دھکیل دیا تھا۔

اَلنّاسُ علیٰ دِینِ ملوکِہم کے مصداق عوام میں اور بالخصوص عبا پوش ریاضت کاروں میں، ریاکاری اور فسق وفجور کی گرم بازاری تھی۔ ظاہر نما درویش فریب کاریوں میں مبتلا تھے۔ گویا ایک ایسی فضا وجود میں آ چکی تھی جس میں زشت کاری اخلاقی پستی اور درندگی کی حکم فرمائی تھی، یاس واندوہ کا غلبہ تھا تضاد وانتشار کا دور دورہ تھا۔ اس طرح کے دور میں ہر رقیق القلب، حساس اور روشن طبع مفکر نے اپنے آپ کو تنہا پایا ہے اور اپنے بس میں فکری توانائی کے بقدر اس نے فریاد بھی کی ہے۔ زیر نظر دور کے سو سال بعد کے اثرات نے جب حافظ شیرازی کے دور کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا تو وہ چیخ اٹھا۔

من ملک بودم وفردوس برین جایم بود
آدم آورد درین دیر خراب آبادم

یا

ترا ز کنگرۂ عرش می زنند صفیر
ندانمت کہ درین دامگہ چہ افتاد ست

احساس وآگہی کے اسی تلاطم وآشوب نے سعدی کو اپنا وطن چھوڑ دینے پر مجبور کیا اور وہ دور ودراز سفر پر روانہ ہو گئے۔ چنانچہ گلستان میں لکھتا ہے ؎

ندانی کہ من در اقالیم غربت
چرا روزگاری بہ بودم درنگی
برون رفتم از تنگ ترکان کہ دیدم
جہان درہم افتادہ چون موی زنگی
ہمہ آدمی زادہ بودند ولیکن
چو گرگان بخونخوارگی تیز چنگی

گلستان کی حکایتیں ممکن ہے واقعیت پر مبنی نہ ہوں لیکن مشاہدہ اور تجربے کا حاصل ہیں اور اس لحاظ سے غیر قابل یقین نہیں ہیں۔ یہ حکایتیں عصر سعدی کی رائج سختیوں اور زشت کاریوں کی غماز ہیں سیاسی نشیب و فراز کی حامل ہیں اور ریاکاروں کے اخلاقی عجائب و غرایب کا آئینہ۔ گلستان میں اسی عصر کا درد و رنج ہے، ضعف و خزان کا شکوہ ہے جسے اس کے مصنف کے رقیق قلب نے بڑی گہرائی کے ساتھ محسوس کیا ہے اور تمسخر آمیز لیکن عطوفت اور نرمی کے لہجے میں بیان کیا ہے۔ سماج میں رائج بدامنی اور ملک میں راحت و آسایش کے بنیادی مراعات مہیا نہ ہونے کی پہلی فصل یا پہلے باب کی یہ دردناک حکایت (۱۶) سماعت فرمایئے!

یکی از رفیقان شکایت روزگار نامساعد پیش من آورد کہ کفاف اندک دارم و عیال بسیار و طاقت بار فاقہ نمی آرم بارہا در دلم آمد کہ باقلیمی دیگر نقل کنم تا در ہر آن صورت کہ زندگانی کردہ شود، بر نیک و بد من اطلاع نباشد ؎

بس گرسنہ خفت و کس ندانست کہ کیست
بس جان بہ لب آمد کہ برادر کس نگریست

الی آخر.....

اسی کہانی سے مربوط فقر و مسکینی اور نعمت و تونگری کا مناظرہ بھی "جدال سعدی با مدعی میان درویشی و تونگری" کے عنوان کے تحت استحصال کرنے والوں کے خلاف ایک نفرت ہے اور حقارت انگیز فریاد۔ سوسائٹی میں قناعت کا تصور محض ایک تصور شمار ہوتا تھا اور عام لوگ اس کے خواہاں تھے کہ انہیں بھی مادی خوشحالی و برتری نصیب ہو۔

گلستان کا مصنف اپنے وحشتناک دور کی افراتفری، برہمی اور بدنظمی کا احساس آئندہ آنے والوں کو بھی محسوس کرانا چاہتا تھا یہی وجہ ہے کہ گلستان کی حکایتیں بدقت مطالعہ کر کے ہم محسوس کرتے ہیں کہ سعدی کے یاس آمیز ایام محرومی، ناکامی، نا امنی فریب کاری، خود فروشی ریاکاری اور اخلاق میں پستی کے ایام تھے۔ لیکن سعدی کی انسان دوست روح اور جنگجویانہ لیکن روشن طبیعت اس ناسازگار اور ناخوشگوار ماحول سے مغلوب ہو جانے سے بالاتر تھی اسی لئے اس نے تمثیل کے لباس میں سوسائٹی کے جراحتوں اور جسمانی و نفسانی بیماریوں

کو آشکار کر کے اپنی روح کے تلخ و گران بوجھ کو ہلکا کیا ہے۔ سعدی نے مظلوم اور خاموشی کے ساتھ بادشاہوں اور حاکموں کے جبر و قہر کا عذاب تحمل کرنے والے بے بس ہموطنوں کے لئے بعض حکایتوں میں جو اشک فشانی کی ہے وہ اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ سعدی جابر حکمرانوں کو ان کے کبر و نخوت کی بلندیوں سے نیچے لاکر انہیں عدل و مساوات کے فرش پر بٹھانا چاہتے تھے۔

اس آرزو میں سعدی کے بیباک قلم نے مصلحتوں سے ماورا، بادشاہوں کو جو نصیحتیں کی ہیں اور لوگوں کو خونخوار امراء کے شر سے برکنار رہنے کے لئے پند و اندرز دیئے ہیں، وہ آج بھی حاکموں اور صاحب اقتدار افراد کے لئے ایک ہدایت نامہ ہے:۔

"آوردہ اند کہ نوشیروان عادل را در شکار گاہ صیدی کباب کردند و نمک نہ بود غلامی فرستادتا نمک آرد فرمود کہ نمک بہ قیمت گیر تا عادہ خراب نشود و رسم بدنہ نہند گفتند:۔ ازین قدر چہ خلل زاید؟ گفت بنیادِ ظلم اول در جہان اندک بود ہر کہ آمد برو مزیدی کرد تا بدین غایت رسید ؎

اگر ز باغ رعیت ملک خورد سیبی
بر آورند غلامان او درخت از بیخ
بہ نیم بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد
زنند لشکریانش ہزار مرغ بہ سیخ

یکی را از ملوک عجم حکایت کنند کہ دست تطاول بمال رعیت دراز کردہ بود و جور و اذیت آغاز نہادہ، تا بجائی کہ خلق از مکاید ظلمش بہ جہان برفتند و از کربت جورش راہ غربت گرفتند، چون رعیت کم شد ارتفاع ولایت نقصان پذیرفت و خزینہ تہی ماند و دشمنان زور آوردند ؎

ہر کہ فریادرس روز مصیبت خواہد | گو در ایام سلامت بہ جوانمردی کوش
بندۂ حلقہ بگوش ار ننوازی برود | لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

الی آخر.......

سعدی نے اپنے دور کے بد اخلاق و بدکردار درویش نما صوفیوں کے بارے میں عبرت انگیز حکایتیں لکھی ہیں جنہیں پڑھ کر قاری ندامت اور شرساری سے دوچار ہو جاتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ سعدی دراصل فاسد معاشرے کے سبھی عفونت انگیز ناسوروں کو آشکار

کر کے ان کی بدبو کو محسوس کرانا چاہتے تھے اور تجاوز کو، خواہ وہ کسی طبقے میں موجود ہو، جڑ سے اکھیڑ دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ دانشمندوں اور عالموں کے طبقے کی، نہاں و آشکار طور پر ظاہری حسن پرستی سے وابستگی کے ماجرا بیان کرنے سے بھی نہیں ہچکچائے۔ سعدی عصری حیثیت کے شور و تلاطم سے مغلوب ہو کر معاشرے کے ان تاسف انگیز اور دردناک حقایق کو سامنے لانے میں صاحب بصیرت مفکروں کی طرح ایک انسانی فریضہ انجام دینا چاہتے تھے۔ وہ دراصل ان مناظر کے کرداروں کو ان کے افعال شنیعہ کے نتایج سے آگاہ اور خبردار کرنا چاہتے تھے اور اسی لحاظ سے یعنی انصاف اور حق پذیری کے لحاظ سے یہ حکایتیں قابل ستایش ہیں۔

گلستان اپنے زمانے کے معاشرتی اور رایج ماحول کا ایک درخشان چہرہ ہے جو صدق و صفا اور خلوص و وفا کے ساتھ تمام تر محاسن و معایب کے ساتھ ہمارے سامنے جلوہ گر ہوتا ہے اور گلستان سے پہلے کی کوئی کتاب شاید ایسی نہیں کم از کم فارسی نثر میں، جس میں مصنف نے "ای روشنی طبع تو بر من بلا شدی" سے زیر ہو کر اپنے عصری نشیب و فراز اور اجتماع و حکومت کے مقاصد کو برملا طور پر آشکار کیا ہو۔ گلستان، حکومت کے اوضاع۔ حاکموں اور عالموں کا عوام کے ساتھ ناروا سلوک، لوگوں کے عقاید و احوال اور افکار اور ان کی نفسانیات اس دور میں مختلف طبقوں کا طرز تفکر، عام محرومی و یاس و حسرت جیسے مسائل اور حقایق سے عبارت ہے اور افسوس ہے کہ عصر حاضر تک بھی آدمی انسانیت کے چہرے سے اس ملال انگیز اور دل آزار غبار کو دور نہیں کر سکا ہے۔ گلستان کی یہ حکایت کس قدر دلخراش ہے :-

"...... گفتم، حکایت آن روباہ مناسب حال تو است کہ دیدندش گریزان و افتان و خیزان کسی گفتش این چہ آفت است کہ موجب چندین مخافت است؟ گفتا: شنیدہ ام کہ شتر را بہ سخرہ میگیرند۔ گفت: ای سفیہ، شتر را با تو چہ مناسبت است و ترا بدو چہ شباہت! گفت، خاموش، کہ اگر حسودان بہ غرض گویند کہ این شتر است و گرفتار آیم کرا غم تخلیص من باشد تا تفتیش حال من کند، و تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ باشد......"

گلستان ہمیں عوام کے ایک ایسے طبقے سے بھی متعارف کراتی ہے جو خود بین خود پرست اور رعونت پسند تھا۔ یہ طبقہ صاحب اقتدار توانگروں کا تھا جو مسکینوں اور بے بضاعت

لوگوں کا استحصال کر کے انہیں بے قدری اور ذلت و رسوائی کی نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ سعدی نے ان مستبد و مقتدر توانگروں کی سخت دلی کو شفاف و شیریں نصایح کے زلال سے دھونے کی کوشش کی ہے اور انہیں باور کرایا ہے کہ خود غرضی اور کبر و نخوت ایک مذموم عیب ہے جس سے معاشرہ متاثر ہوتا ہے اور دوسروں کو زیان پہونچتا ہے۔ جو لوگ جابر اور ستمگر امیروں یا حاکموں کے ظلم و جور اور ان کی جنایتوں سے متاثر ہوتے ہیں وہ اگرچہ توانائی کے سبب ان کو مغلوب نہیں کر پاتے لیکن ان کے مظلوم اور زخم خوردہ دلوں سے اٹھی ہوئی بد دعائیں ان کو کیفر کردار تک پہونچا کے ہی رہتی ہیں:

"درویشی مستجاب الدعوہ در بغداد پدید آمد۔ حجاج یوسف را خبر کردند۔ بخواندش و گفت دعای خیر بر من بکن۔ گفت۔ خدایا جانش بستان۔ گفت از بہر خدا این چہ دعاست؟ گفت: این دعای خیر است ترا و جملہ مسلمانان را۔

ای زبردست زیردست آزار　　گرم تا کی بماند این بازار
بچہ کار آیدت جہانداری　　مردنت بہ کہ مردم آزاری"

گلستان دراصل فاسد نظام کے ردعمل میں ایک مدینۂ فاضلہ کی بنیاد ڈالنے کی ایک کوشش ہے۔ گلستان کی حکایتیں سعدی کے دور کی براہ راست کردار نگاری کے افسانے ہیں جیسے کہ وہ تھے لیکن ان حکایتوں کا منتہای مقصد یہ تھا کہ ایک بہتر اور انسانی تر دنیا کو وجود میں لانے کی کوشش کی جائے اور فاسد نظام "جیسا کہ تھا" پر قانع نہ رہا جائے۔